یہ جنگ بہادر۔ ہندوستانی تاریخ کا بدنما داغ۔ خود اپنے لیے اور اپنے خاندان کے لیے بھی دائمی ذلت اور رسوائی حاصل کرنے کا باعث بنا۔

یہ جنگ بہادر اپنے حلوہ مانڈہ کی خاطر نیپالیوں کو انگریزوں کا آلہ کار بناتا رہا تھا۔ اگست ۱۸۵۷ء میں اس نے انگریزوں کی مدد کے لیے تین ہزار نیپالی عظیم گڑھ اور جونپور بھیجے تھے۔ اب بھی اس نے انگریزوں سے مدد کا معاہدہ کیا تھا۔ انگریز فوجوں کے لکھنؤ پہنچنے سے پہلے ہی اس نے اپنی فوج کے ریلے میں انقلابیوں کے دستوں کو لکھنؤ کی جانب دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔

جنگ بہادر اپنی گورکھا فوج سے اور جنرل فرینکس اور ڈوکرافٹ اپنی اپنی کثیر افواج سے مجاہدین کو بنارس کے شمال اور اودھ کے مشرقی علاقہ میں تہ تیغ کر رہے تھے۔ اس خون خرابہ کے ساتھ یہ تینوں افواج اودھ کی سرحدوں میں داخل ہوئیں۔ تاکہ کالن کی افواج سے جا ملیں۔

۸ مارچ تک یہ سب لکھنؤ میں مجتمع ہو چکے تھے اور "خطا وار" لکھنؤ کی سرزنش پر تلے ہوئے تھے۔

لکھنؤ کے خاتمہ کا سین ساورکر یوں بیان کرتے ہیں:

وہ محبانِ وطن جن کا بیرونی تسلط کو دیکھ کر خون کھولنے لگتا تھا۔ وہ جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر میدانِ کارزار میں اتر آئے تھے تاکہ آزادی کا جھنڈا بلند ہو ——— راجے۔ مہاراجے زمیندار، تعلقہ دار ـــ اس وقت اپنی صف میں ایک ایسا شخص بھی رکھتے تھے جو لکھنؤ کے تخت کی حفاظت کے لیے سب سے آگے تھا اور جس کو جنگی کونسل کا قابل ترین رکن سمجھا جاتا تھا۔ یہ

غیر معمولی انسان پچھلے چار ماہ سے برابر حرکت میں تھا۔ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سرگرم عمل۔ اس کی موجودگی میدان جنگ اور جنگی کونسل دونوں کے لیے جہاد و عمل کا پیغام تھی۔ یہ کون تھا؟ ایسا ہیرو، فدائے وطن مولوی احمد شاہ فیض آبادی کے علاوہ کون ہو سکتا تھا۔

اپنے ہاتھوں میں جنگ آزادی کی شمع اٹھائے یہ ملک بھر میں حب وطن کے چراغوں کو روشن کرتا رہا پھرا تھا۔ لکھنؤ کی انگریز حکومت نے ایک بار اس کو گرفتار کرکے سزائے موت کا حکم بھی سنایا تھا۔ سرزنش سے پہلے اس کو فیض آباد کی جیل میں رکھا گیا تھا مگر ۱۸۵۷ء کے بغاوتی طوفان نے اس کو حراست سے نکال کر اس کو انقلابی جماعت کی سرداری پر فائز کر دیا تھا۔ یہ قوم کا ہیرو مولوی احمد شاہ ملک کی آزادی اور مذہبی حقوق کی حفاظت کی خاطر آج پھر میدان جنگ میں موجود تھا۔ اپنی زبان کے جادو سے اس نے ہزاروں اہل ملک کو خواب غفلت سے جگایا۔ حب وطن کا درس دیا اور زلزلہ خیز آزمائشوں کے درمیان لاکر کھڑا کر دیا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے نہ صرف ساتھیوں سے بلکہ دشمنوں سے بھی اپنی دلیری اور شجاعت کی داد حاصل کی تھی۔

جب کالپی تانتیا ٹوپا کا مقابلہ کرنے لکھنؤ سے باہر گیا تو اس نے آؤٹرم (Outram) کو چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ عالم باغ کا چارج دے دیا تھا۔ اسی دن سے مولوی اس دھن میں تھا کہ اس فوجی کمزوری سے کس طرح فائدہ اٹھایا جائے۔

یوں تو اودھ کی آزادی کی مہمات کی سربراہ نواب حضرت محل ہی تھیں۔ مگر ایسا لگتا تھا کہ ان کی کوششیں انقلابیوں اور راجاؤں کو متحد کرنے میں زیادہ آگے نہیں بڑھ رہی تھیں۔ اندرونی بدنظمی اور بروقت اقدام کرنے میں فوج کی کوتاہی سے پہلے کئی ایسے مواقع رائگاں جا چکے تھے جب دشمن کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ ایسے زریں موقع پر تو مٹھی بھر انگریزوں کا قلع قمع کرنا دشوار نہ ہونا چاہیے تھا۔ (باقی آئندہ)